# عبدالرزاق کرد علی

۱۸۷۶ء ـــــــ ۱۹۵۳ء

فیضان احمد، شعبہ عربی، علی گڑھ

(۵)

## کرد علی کی تالیفات :-

کرد علی نے اپنی ڈائری میں " میں تالیف کیسے کرتا " کے زیر عنوان ان اسباب پر روشنی ڈالی ہے، جو تالیف کتب کا باعث بنے لیکن[1] ان کے وضع کردہ اصول و مبادی سے بعض کتابیں مستثنیٰ ہیں، ان میں دو ناول بھی ہیں جن کا ترجمہ انھوں نے اوائل عمری میں " مسامرات الشعب " نامی پرچہ کے لئے کیا تھا، جس کے بارے میں ان کا خود کہنا ہے ـــــ " میں نے ان دونوں کا ترجمہ بڑی سرعت سے کیا اور... مسودات پر نظر ثانی کے بغیر ان کی طباعت ہوگئی، جس کی وجہ سے ترجمہ کے... نقائص کے ساتھ ساتھ طباعت کی بے شمار غلطیاں بھی ساتھ ہو گئیں: قارئین؛ نے اس کو پڑھا اور بڑے پیمانہ پر سراہا بھی لیکن میرا دل اس پر جما نہیں ـــ کیونکہ اس طرح کی چیزوں کی نشر و اشاعت کا مقصود صرف مادی منفعت

---

[1] :- الادب العربی المعاصر، سامی الکیالی، ص ۱۱۱ ـــ

سوانح، ناول، مقالات[1] کرد علی کے وضع کردہ معیار اور اصول و مبادی کا پتہ چلتا ہیں ہو رہی ارتقی ہیں ان میں خطط الشام، امراء البیان، کنوز الاجداد، اور اقوالنا و افعالنا کا شمار ہوتا ہے، خطط الشام کے لئے کرد علی کو سعی مسلسل کے ساتھ ساتھ بے شمار تکالیف، گرانبار سرمایہ اور پچیس سال کی طویل مدت صرف کرنی پڑی اس کتاب کے تالیف کے محرک ان کے دوست رفیق بک ہیں جو ان کو برابر اکسایا کرتے تھے کہ تم ایسا علمی اور مستقل کام کرو جو نہ صرف تمہارے نام کو زندہ کرے بلکہ قوم کے لئے بھی نفع بخش ثابت ہو کیونکہ تمہارے اندر ایسے عظیم کام کرنے کی صلاحیت موجود ہے اسی کے پیش نظر انہوں نے ابتداء میں ناول لکھا مگر تخلیقی صلاحیت کے حامل شخص کے لئے ناول نگاری زیب نہیں دیتی، دوسرے خود ان کے استاد طاہر جزائری کی نصیحت تھی کہ مقالات عمدہ اور بیش قیمت لکھو، خواہ وہ چند ہی صفحات کا کیوں نہ ہو کیونکہ وہ رطب و یابس سے پر سو صفحات کے مقالہ پر بھاری ہے۔[3] کرد علی نے ان چیزوں کے پیش نظر ۱۹۱۸ء میں "المقتبس" میں تقریباً "سات قسطوں" میں ایک مقالہ "عمران دمشق" لکھا جس کی قارئین اور اہل نظر نے کافی تعریف کی بعد میں انہیں اس بحث کو وسیع کرنے کا خیال پیدا ہوا[4] جس کا نتیجہ خطط الشام کی شکل میں ہمارے سامنے چھ جلدوں پر مشتمل موجود ہے جس میں شام کی سیاسی، تمدنی، جغرافیائی، سماجی غرضیکہ اس میں ہر قسم کی تاریخ موجود ہے۔

خطط الشام کی تالیف میں کرد علی کو سعی مسلسل کے ساتھ ساتھ بے شمار دقتوں

[1] المذکرات ج ۲ ص ۱۱۶۲۔

[2] ایضاً ص ۱۱۸۳۔

[3] معاصرات محمد کرد علی، شفیق جبری، ص ۱۶۲

[4] خطط الشام ج ۱، ص ۵

اور بلادی تکالیف اٹھانی پڑیں، مشرق و مغرب کے جتنے بھی کتب خانے تھے ان کی خاک چھاننی پڑی اور اس موضوع پر جو کتابیں بھی عربی، ترکی، فرانسیسی اور انگریزی کی میں دستیاب ہوسکیں سب کا انہوں نے مطالعہ کیا۔ اس کے لئے ان کو مصر، شام، مدینہ منورہ، آستانہ پیرس، روم، لندن، کیمبرج، برلن، میونخ کے کتب خانوں تک رسائی حاصل کرنی پڑی۔ خطط الشام درحقیقت ان کے پچیس (۲۵) سال کے مسلسل مطالعہ اور ـ ۱۲ سے زیادہ کتابوں کا نچوڑ ہے اس طرح کا بہادرانہ جانگداز کام کسی تنہا فرد واحد کے لئے ایک خواب ہے مگر کرد علی نے اس خواب کو شرمندۂ تعبیر کر دکھایا۔ تالیف کتاب کے دوران مؤلف کو کیسی کیسی تکالیف برداشت کرنی پڑیں، اس کے لئے کن کن زہرہ گداز راہوں سے گزرنا پڑا، اس کا اندازہ ایک محقق ہی لگا سکتا ہے۔ کتاب جب زیورِ طباعت سے آراستہ ہو کر منظرِ عام پر آتی ہے تو علمی دنیا میں ایک تہلکہ مچ جاتا ہے مگر مصنف کو اس کی محنت کی اجرت تو کجا اس کے رأس المال کی بھی ادائیگی نہیں ہو پاتی۔ صرف یورپ کے تین مرتبہ کے سفر کا خرچہ نکل آتا ہے[1]۔ اس کے علاوہ قیمتی مخطوطات اور نوادر کتب کی خریداری پر پندرہ سو عثمانی لیرے سے زیادہ خرچ ہوا، پھر پچیس (۲۵) سال مسلسل محنت کی اجرت کیا ملی؟ علم سے غیر معمولی اخلاص کا نمونہ اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا؟[2]

اس کتاب کا تعارف وہ مقدمہ میں یوں کراتے ہیں — "خطط الشام درحقیقت وقائع و اخبار، اسرار و رموز، عروج و زوال اور عجیب و غریب مظاہر جو اس دیار میں ماضی میں رونما ہوئے ہیں ان سب کی تاریخ ہے، متاخرین میں سے بہت سے لوگوں نے اس خطط الشام کی تاریخ لکھی ہے جن میں حسن بن زولاق (متوفی ۳۸۷ھ) ابو عمر بن یوسف کندی، قاضی عبداللہ بن سلام قابل ذکر ہیں[3]۔ لیکن ان کی تاریخ نگاری

---

[1] جبکہ کرد علی نے مشرقی ممالک کے علاوہ صرف یورپ کا تین مرتبہ سفر اس کتاب کی خاطر کیا۔
ملاحظہ ہو خطط الشام ج ۱، کرد علی ص ۶

[2] محاضرات عن کرد علی، ص ۱۶۳، [3] خطط الشام ج ۱، ص ۶

میں جو نقائص تھے، اس کی طرف کرد علی یوں اشارہ کرتے ہیں۔ "متاخرین نے فن تاریخ سے بیہ رنجش برتی تھی کہ انہوں نے تاریخ اور پر لکھوں کے قصے کہانیوں اور قصہ گو کے افسانے عجیب الوقوع کہانیوں کے درمیان کوئی فرق نہیں رکھا تاکہ لوگوں کو اس کی صحت سے پرکھ کو دخل اور تنقیص صحیح کا سامان ملے لیکن میں نے اپنے مقدور بھر جذبات سے زیادہ عقل کو مخاطب کیا ہے اور سیاسی تاریخ میں حوادث و وقائع کے رموز و حکم اور قریب و بعید کے احوال سے نتائج کا استخراج کیا ہے۔[1] خطط الشام کے مختلف فصول کے مشتملات کی تلخیص ممکن نہیں ہے، بلکہ اس کے لئے قارئین کو اس کی تمام جلدوں کی طرف رجوع کرنا پڑے گا البتہ جو شخص اس تاریخ کو پڑھے گا اس کو اس بات پر غیر معمولی حیرت و استعجاب ہوگا کہ دیار شام پر مدتِ دراز سے مختلف قوموں اور زبانوں کے افراد تاریخ کے مختلف ادوار میں اپنا رول ادا کرتے رہے، لیکن عرب قومیت نے ان قوموں کے تمام اثرات و علامتوں کو اور عربی زبان نے تمام زبانوں کے اثرات کو بالکل ختم کر دیا۔ کتاب کی خوبی یہ ہے کہ انہوں نے تمام علمی حقائق کو پورے نظم و ترتیب اور موقع و محل کے اعتبار سے کتاب میں جمع کر دیا ہے۔

تاریخ نگاری ایک مشکل ترین فن ہے اور تاریخ نگار کو مختلف دشواریوں اور پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے سب سے اہم چیز مصادر کی تلاش و جستجو ہے اس کے بعد علمی اور تنقیدی روح کے ساتھ انسانی زندگی کا فہم اور فلسفۂ زندگی کا ادراک ہے، تاریخ جہاں مواد کو جمع کرنے کا نام ہے اس کے ساتھ فلسفۂ انسانی کی شرح و تجزیہ اور مختلف امور کے باہم ملاپ کا نام بھی ہے، اسی لئے یہ چیز ناممکن ہے کہ انسان کوئی ایسی تاریخ لکھے جس پر تمام لوگوں کا اتفاق ہو ہر مورخ کی اپنی عقل اپنے رجحانات اور اپنے میلانات ہوتے ہیں، اشیاء کا فہم و ادراک وہ اپنی عقل و دانش سے کرتا ہے، اور اپنی زبان و بیان سے اس کی تشریح و توضیح کرتا ہے، بسا اوقات

---

[1] خطط الشام ص ۷-۸

ان ان کے سے اتفاق کرتا ہے اور بسا اوقات اختلاف، یہی حال خطط الشام کا بھی ہے اس کے بہت سے امور سے اتفاق کیا جا سکتا ہے اور بعضوں سے اختلاف کی گنجائش ہے لیکن جو چیز مسلّمہ حقیقت ہے وہ یہ کہ کتاب ریسرچ اور تحقیق اور غور و فکر کا اعلیٰ شاہکار ہے۔

## ۴۔ امراء البیان۔

کرد علی نے "المقتبس" میں عربی ادب کے مشاہیر پر "بدر المشارقة والمغاربة" کے عنوان سے بعض مضامین لکھے جب اس موضوع پر لکھتے لکھتے ان کے قلم میں پختگی آگئی تو انہوں نے عربی ادب کے دس اساطین بلاغت کو اپنے مخصوص انداز میں موضوع بحث بنایا، یہ دسوں وہ لوگ ہیں جو نمایاں اسالیب بیان اور طرز نگارش کے مالک تھے، اور جنہوں نے عربی ادب کو نئے نئے فکر و فن کے ساتھ جدید اسلوب اور طرز بیان سے مالا مال کیا ہے، خود کرد علی ان کے اسالیب سے غیر معمولی طور پر متاثر نظر آتے تھے[1] اس کی تالیف پر روشنی ڈالتے ہوئے کرد علی لکھتے ہیں "ان اوراق کو سیاہ کرنے کا مقصود یہ ہے، کہ دس ادب و بیان کے آفتاب و ماہتاب کی جیتی جاگتی تصویر کشی کی جائے۔ ہم نے ان کے دور کی سیاسی اور تمدنی صورت حال کی منظر کشی کی ہے ساتھ ہی ان عوامل و محرکات کو بھی اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے جو ان کی تعلیم و تربیت اور زندگی سے متعلق رہے ہیں تاکہ ان کے علم و ادب کا بہتر طور پر تجزیہ و تحلیل کیا جا سکے، اس میں مزید حسن پیدا کرنے کے لئے ہم نے ان کے آثار و کلام کو جگہ بہ جگہ پیش کیا ہے۔ "امراء البیان" یہ ہیں عبد الحمید بن یحییٰ الکاتب، عبد اللہ بن مقفع، سہل بن ہارون، عمرو بن مسعدہ، ابراہیم بن صولی، احمد بن یوسف الکاتب، محمد بن عبد الملک الزیات، عمرو بن بحر الجاحظ، ابو حیان توحیدی، ابن العمید،

---

[1] معاصرات محمد کرد علی، شفیق جبری، ص ۱۸۹۔

ان دس حضرات سے عربی ادب کے عشرۂ مبشرہ ہیں جبکہ عربی زبان علم و ثقافت
کی زبان تھی، اور قرون اولیٰ میں یہ دین و ادب کی زبان تھی، ان کے طریقۂ کار کی تصویر
کشی ہوئی ہے اس بات کی امید کی جا سکتی ہے کہ ان کے اسلوب بیان کی
سلاست و روانی، شستگی، جزالت و رشاقت کی پیروی کی جائے گی۔ اس میں
کوئی شک نہیں ہے کہ کرد علی نے اپنی کتاب میں جن دس حضرات کا تذکرہ کیا ہے
وہ بیان و ادب کے عظیم ستون ہیں، ان عظیم شخصیات میں اس دور کے لوگوں
کے لئے بہت کچھ سیکھنے کی چیزیں ہیں ان کے مقرر کردہ اصول بلاغت اور مبادی
علم و ادب کی روشنی میں زبان و بیان کی خامیوں اور غلطیوں کی اصلاح ہو سکتی
ہے، اور ان کو بنیاد بنا کر مزید ترقی کی جا سکتی ہے، کرد علی نے ان لوگوں
تعارف جس انفرادی انداز میں کرایا ہے، اس سے ان کے ادبی و فنی ذوق
نشاندہی ہو سکتی ہے انہوں نے اپنی تحریر میں ان لوگوں کو زندہ جاوید کر دیا
ہے، ان لوگوں کے تعارف میں کرد علی نے ایک ہی انداز بیان کو اختیار کیا
پہلے انہوں نے ان کے ادوار کا نقشہ کھینچا ہے اس کے بعد ان کے
ان کی شخصیت کی تصویر کشی کی ہے۔ شفیق جبری نے ان کے بعض اسالیب
مناہج فکر سے اختلاف کیا ہے مثال کے طور پر انہوں نے جاحظ کی
کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے، لیکن بذات خود جاحظ کا [illegible]
کس نوعیت کا تعلق تھا، یا جاحظ نے اپنے دور پر کیا اثرات [illegible]
عقل و فہم اور ثقافتی تربیت پہ زمانہ کے اثرات [illegible]
کی طرف کوئی نشاندہی نہیں ملتی [illegible] صاحب شخصیت [illegible]
دور حریت رائے اور آزادئ فکر کا دور تھا، اور اس [illegible]
و ادب اور دین پر گہرے مرتب ہوئے علم کے معاملے میں [illegible]

---

۱؎ دیکھئے مقدمہ امراء البیان، کرد علی، ص ۳

حقیقت تک پہنچنے کے لئے اور خرافات کے ابطال کے لئے کیا اور دین کے معاملہ میں تفسیر و تاویل میں بھی عقل کا استعمال کیا ہے، اور ہر اس چیز کی تردید کی جو خلاف عقل ہو، ادب کے معاملہ میں انہوں نے ایسی صورتوں کا سہارا لیا جو حسن سے قریب ہوں اور استعاروں و تشبیہات سے دور ہوں، لیکن کرد علی نے صرف اس کے دور کا نقشہ کھینچ دیا ہے اور اس سے ادیب یا نقاد کا کیا تعلق ہے اس پر روشنی نہیں ڈالی ہے اسی طرح وہ جاحظ کے اساتذہ کا ذکر کرتے ہیں لیکن اساتذہ نے اس کی تعلیم و تربیت میں کس حد تک رول ادا کیا ہے اس [illegible] پہلو تہی کر جاتے ہیں، مثلاً جاحظ نے نظام سے تعلیم حاصل کی، نظام اس بات کے لئے مشہور تھا کہ وہ ہر معاملہ کو عقل کی کسوٹی پر کستا اور پھر فیصلہ دیتا تھا، جہاں تک ہمارا خیال ہے کہ جاحظ کی عقل پسندی اور اس کے استدلالی انداز کی تخلیق میں نظام کا بہت بڑا ہاتھ ہے[1]

کرد علی جاحظ کے متعلق ایک اہم رائے یوں پیش کرتے ہیں "جاحظ خوشنما اور دلفریب ادیب کے ساتھ آپ کے سامنے آئے گا اور آپ کو سلیس و رواں عبارت میں اپنا پیغام دے گا، کہ آپ پر گرانی کا احساس نہ ہو، نتیجتاً اس کی گفتگو آپ کے دل پر نقش ہو جائے گی، اس کے اندر جو حسن و جمال، گہرائی و گیرائی، باریک بینی، تعمق، جامعیت و شمول، جدت فکر اور نیرنگ خیال ہے وہ سب آپ کو [illegible] کی ان تمام صفات کا لحاظ کے کلام سے بہت [illegible] [illegible] ان خوبیوں سے مالا مال ہے"[2] اس میں کوئی شک نہیں [illegible] اور عبقریت کے محاسن و صفات کا عجز پورا [illegible] اس کی کتابوں کا بڑے ذوق شوق پر مطالعہ کیا، [illegible]

---

[1] [illegible]
[2] [illegible] ص ۱۹۲

محاسن کے وصف کے لئے اس دور میں ان کا اسلوب بیان مناسب حال نہیں، کیونکہ احیا کے دور میں محاسن کے وصف کے لئے ایسے طرز بیان کی ضرورت ہے جس سے محاسن اپنی اصلی شکل و ہیئت میں بذات خود آجائیں اور تمام انسان اپنی عقل کے مطابق محاسن کو اپنا مخاطب سمجھیں، اور اس کی عبارتوں کا حسن جمال، الفاظ و معانی کی حقیقی شکلیں نگاہوں کے سامنے آجائیں۔

## ۴:۔ کنوز الاجداد:۔

کرد علی نے اس کتاب کا انتساب شیخ طاہر جزائری کے نام کیا ہے کرد علی کے الفاظ یہ ہیں ـــ "اس روح کے نام جس نے میرے دل میں عربوں کی محبت جاگزیں کی اور ان کی کتابوں کی بحث و تحقیق کی طرف رہنمائی کی، اور وہ میرے سید استاذ علامہ شیخ طاہر جزائری ہیں" اس کتاب کے مندرجات اور مشمولات پر گفتگو کرتے ہوئے کرد علی کہتے ہیں، "اس کتاب میں ان لوگوں کی سیرت و سوانح عمری ہے جن سے میری طویل المدت صحبت رہی۔ اور ان لوگوں کی بھی جن کے علمی سرچشموں سے میں نے سیرابی حاصل کی، اس کے علاوہ بے شمار ایسے بھی لوگ ہیں جن کو اس فہرست میں شامل کیا جا سکتا ہے، لیکن میرا مقصود کیونکہ کسی خاص موضوع کو متعین کر کے لکھنے یا باضابطہ گہرائی سے مطالعہ کرنے کا نہ تھا اس وجہ سے بقیہ لوگوں کو اس فہرست میں شامل نہیں کیا" [1]

کنوز الاجداد کے مختصر مقدمہ سے جو باتیں عیاں ہوتی ہیں وہ یہ کہ کتاب میں تاریخ و ادب، فلسفہ اور مشاہیر اسلام میں سے چند ماہرین اور چیدہ چیدہ حضرات پر خامہ فرسائی کی گئی ہے، اس میں طاہر جزائری ہیں جو کرد علی کے استاد اور مرشد ہیں، کرد علی نے ان کے عادات و اخلاق، عقل و دانش، فہم و ادراک،

---

[1]:۔ ملاحظہ ہو مقدمہ کنوز الاجداد،

علم و فضل اور ذوق و شوق کا نقشہ اس طرح کھینچا ہے کہ ان کی پوری تصویر نگاہوں کے سامنے آجاتی ہے۔ بعض اساطین فن کے معاملہ میں اختصار سے کام لیا گیا ہے، اس کی وجہ وہ یوں بیان کرتے ہیں — "ان اساطین کی تعریف و توصیف میں کوتاہ قلمی کا مجھے اعتراف ہے، اگر ان کے گوشۂ حیات کی تصویر کشی میں کوئی اختصار یا تشنگی ہے تو اس کی وجہ قابل اعتماد مصادر کا فقدان ہے"[1]

کتاب میں کرد علی نے سوانح عمری لکھنے کا جو عام قاعدہ ہے کہ پہلے پیدائش خاندان، تعلیم و تربیت اور ماحول وغیرہ کا ذکر کیا جائے اس سے کلیۃً انحراف کیا ہے، نتیجۃً ان کی یہ کتاب بے ترتیبی کا نمونہ ہو گئی ہے مثلاً ابن خلدون کی سوانح عمری اس کے اسلوب سے شروع کرتے ہیں پھر اس کے فلسفۂ تاریخ اور فلسفۂ اجتماع کی طرف آتے ہیں، اس میں کوئی شک نہیں مصنف نے ابن خلدون کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں پر بہت قیمتی اور مفید مباحث کئے ہیں لیکن ترتیب سے مضمون میں حسن بھی پیدا ہوتا ہے، اور تاثیر بھی،

ابن خلدون کا شمار ان نابغۂ روزگار شخصیات میں ہوتا ہے جنہوں نے اپنی رائے کے اظہار اور قدماء کی تحریروں کے مطالعہ میں عقل کو رہنما بنایا، اور واقعات اور حوادث کے سیاق و سباق کو سمجھنے کے لئے استنباطی اور استدلالی طریقۂ کار کو اپنا شعار بنایا اور فلسفہ تاریخ اور اجتماعیت کے متعلق اس نے جو کچھ پیش کیا ہے اس میں کہیں بھی قدماء کی تقلید یا ان کے نظریات پر ملمع سازی کا احساس نہیں ہوتا ہے بلکہ اس میں اس کی جودت رائے اور طباعی کا احساس ہوتا ہے تاریخ جس کے نزدیک صرف نقل اخبار کا نام نہیں ہے[2] کرد علی نے ابن خلدون پر بعض جگہوں پر اس کی خامیوں اور غلطیوں کی بھی نشاندہی کی ہے، وہ کہتے ہیں "بسا اوقات

---

[1] ملاحظہ ہو مقدمہ کنوز الاجداد،

وہ اپنے اختصار میں بہت بلند ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے ان کو نظر کرنی پڑتی ہیں۔ گرد سل کے نزدیک مغازیٔ عراق کو ابن خلدون سے پہلے توما [illegible] اور ابن مسکویہ بھی پیش کر چکے ہیں لیکن اس نے بعض ایسی نایاب [illegible] پیش کی ہیں جس کی مثال اسلام کی آمد سے لے کر اب تک ملنی مشکل ہے [illegible] اس اعتبار سے بڑی اہمیت کی حامل ہے کہ اس کے ذریعہ جدید عربی ادب میں سیرت نگاری کے تدریجی ارتقاء کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

(جاری)

---

# ۱۸۵۷ء کا تاریخی روزنامچہ

یہ روزنامچہ اپنی مختلف خصوصیات کے لحاظ سے ایک تاریخی دستاویز ہے، لکھنے والے عبداللطیف ہیں جنہوں نے قلعہ دہلی کا آنکھوں دیکھا حال صاف شستہ اور مؤثر انداز میں سپرد قلم کیا ہے اس روزنامچے میں بعض ایسی معلومات بھی ملتی ہیں جو پہلی بار اسی روزنامچے کے ذریعے سامنے آئی ہیں، اس روزنامچے کو پڑھ کر ۱۸۵۷ء کے سبق آموز اور عبرتناک تاریخی ہنگامے کے چشم دید حالات و واقعات کا نقشہ ہمارے سامنے آجاتا ہے۔

مرتب جناب پروفیسر خلیق احمد نظامی ہیں شروع میں جناب ڈاکٹر یوسف حسین خاں صاحب مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے پیش لفظ کے علاوہ پروفیسر نظامی کا جامع اور بصیرت افروز مقدمہ بھی شامل ہے۔ پھر اصل روزنامچہ فارسی متن اور اس کا شگفتہ اردو ترجمہ ہے۔

صفحات ۲۱۲ تقطیع ۲۰×۲۶/۸

قیمت ۱۰/=

مجلد 20/-